بیت المال کی تشکیل اور اس کا ارتقائی جائزہ

ڈاکٹر عبدالغفور بلوچ
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی،
وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی

The Literal meaning of Bait-ul-Mal is treasury state bank and it is commonly called the treasury of any Muslim country. The meaning of Bait-ul-Mal is extensive.

It applies to the state bank and national treasury. It has importance to make the system of Islamic economy. The evaluation of Bait-ul-Mal has been reviewed in this thesis especially the establishment of Bait-ul-Mal in the period of Nabavi, in the period of Siddiq-e-Akber and in the period of Umer Farooq and in the period of has been reviewed in brief. In that period Bait-ul-Mal has importance a key to the system of Islamic economy. By this common people gets acquitance and awareness. In modern period Bait-ul-Mal has been made only a formal institution and its importance is to be made conspicuous and is to be made active.

بیت المال کا تعارف

بیت المال کے لغوی معنی "مال کا گھر"، "دولت کا گھر"، "خزینۃ المال" یا "مال کا خزانہ" مراد ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مفہوم "کسی مُسلم ریاست کے خزانے" کے ہیں۔1

ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں:

"کسی مُسلم ریاست کے خزانے یا اسلامی سلطنت کے اس خزانہ خاص کو کہتے ہیں جس کو ریاست بلکہ اسلامی حکومت عام رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرتی ہے، نیز بیت المال سے مراد مسلمان عوام کا بینک بھی ہے اور قومی خزانہ بھی، ملی جائیداد کا ضامن بھی، تجارت کا ادارہ بھی امانت کا محافظ بھی اور

مسلمانوں کے مرکزی ادارے کا سرکاری خزانہ بھی۲

اسلام کے معاشی نظام کو بروئے کار لانے کے لیے خلافت اسلامیہ کے لیے سرکاری خزانے کا وجود ضروری ہے، اس خزانے کا محفوظ مقام ''بیت المال'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ بیت المال کا اطلاق وسعت کے ساتھ پورے مالی نظام پر بھی کیا جاتا ہے تاہم عام اصطلاح میں مرکزی خزانہ کے محفوظ مقام پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

بیت المال کے بارے میں اسلام کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اللہ اور مسلمانوں کا مال ہے کسی شخص کو اس پر مالکانہ تصرف کا حق نہیں ہے، مسلمانوں کے تمام امور کی طرح بیت المال کا نظم و نسق بھی قوم کے نمائندوں کے مشورے کے مطابق ہونا چاہئے اور مسلمانوں کو اس پر محاسبہ کا پورا حق حاصل ہے۔

بیت المال کا لفظ حکومت کے خزانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بیت المال سے وہ عمارت ہی مراد نہیں ہوتی جہاں حکومت کا مالی کاروبار انجام پاتا ہے بلکہ مجتمعہ عام دولت کا مفہوم بھی مراد ہوا کرتا ہے۔ بیت المال تمام مسلمانوں کی مشترکہ مِلک سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ 'ہدایہ' میں ہے:

مال بیت المال مال عامة المسلمین ۳؎

''بیت المال کا مال عام مسلمانوں کا مال ہے''

ہر وہ مال جس کے مستحق مسلمان ہوں اور اُن میں سے کسی خاص آدمی کا مملوک نہ ہو تو وہ بیت المال کا حق ہے۔ قبضہ کرنے کے بعد صرف قبضہ سے بیت المال کی مِلک ہو جائے گا خواہ بیت المال کی نگرانی میں سب داخل کیا جائے یا نہ کیا جائے کیونکہ بیت المال جہت اور نسبت سے عبارت ہے نہ کہ مکان سے اس لیے ہر وہ حق جس کا عام مسلمانوں سے تعلق ہو، اس کا خرچ بیت المال کے ذمے ہے۔ لہٰذا جو مال ایسے حق میں صرف کیا جائے گو یا وہ بیت المال سے لے کر خرچ کیا گیا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ بیت المال سے لیا گیا ہو یا نہ لیا گیا ہو۔۴

عہدِ رسالتؐ اور خلفائے راشدینؓ میں

بیت المال کب تشکیل پایا اس ضمن میں مختلف روایات ملتی ہیں، بعض محققین کا کہنا ہے کہ اس ادارے کی تشکیل حضور پاک ﷺ کے عہد مبارک میں عمل میں آئی وہ امام بخاریؒ کی اس روایت سے یہ نتیجہ مستنبط کرتے ہیں کہ:

''عن ابی ھریرة رضی اللہ عنه قال: وکلنی رسول اللہ ﷺ بحفظ زکوٰة رمضان فاتانی آتٍ فجعل یحثو من الطعام فاخذته وقلت: لارفعنک الی رسول اللہ ﷺ قال: انی محتاج و علی عیال ولی حاجة شدیدة قال: فخلیت عنه'' ۵

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کی نگرانی پر مجھے مقرر

فرمایا تھا۔ ایک شخص آیا اور دونوں ہاتھ بھر کر غلہ لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑلیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلوں گا۔ اس نے کہا میں ایک محتاج ہوں میرے اوپر میرے اہل وعیال کا بوجھ ہے اور میں سخت ضرورتمند ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا"

ایک اور روایت مصنف ابن ابی شیبہؒ نے بیان کی ہے:

حدثنا الحسن بن موسی عن زهير عن عبدالله بن عيسیٰ عن ابيه عن عبدالرحمن ابی ليلی عن ابيه قال كنت مع النبی صلی الله عليه وسلم فی بيت الصدقة قال فجاء الحسن بن علی فأخذ تمرة فأخذها منه فاستخرجها وقال انالاتحل لنا الصدقه.٦

"ہم سے حدیث بیان کی حسن بن موسیٰ نے انہوں نے زہیر سے روایت کی، اُس نے عبداللہ بن عیسیٰ سے، اس نے اپنے والد عیسیٰ سے، اس نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، اس نے اپنے والد (ابی لیلیٰ) سے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیت الصدقہ (بیت المال) میں تھا کہ وہاں حضرت حسن بن علیؓ آئے انہوں نے ایک کھجور اٹھالی آنحضرت ﷺ نے وہ اُن سے لے لی اور اُسے پھینک دیا اور فرمایا کہ "ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے"

حضرت ابو ہریرہؓ کی صدقہ کی نگرانی پر تعیناتی اور ابن ابی شیبہ کی بیت الصدقہ کی روایات بیت المال کے وجود کی عکاسی کرتی ہیں، آنحضرت صلی ﷺ کے زمانے میں بیت المال کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا۔ بالعموم عہدِ رسالتؐ میں مال جمع کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی، اس لیے اس کے لیے کوئی الگ مکان نہ بنایا گیا۔ سب کچھ مسجد نبویؐ میں ڈھیر کر دیا جاتا اور مستحق لوگوں کو دیا جاتا۔ یہی صورتحال حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد تک قائم رہی۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیت المال قائم کیا، لیکن وہ عموماً خالی رہتا تھا، حضرت عمرؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بیت المال کو خالی پایا۔ ے ابن سعد الطبقات میں لکھتے ہیں۔

"بیت المال کی ابتدا یوں ہوئی کہ بحرین سے پورے سال کا خراج پانچ لاکھ درہم آیا، حضرت عمرؓ نے تجویز پیش کی کہ اس کو ایک سال کے اندر تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے مخالفت کی، ولید بن ہشام نے بتایا کہ میں نے شام میں خزانہ اور دفتر جُدا جُدا محکمہ دیکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور بیت المال کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے مدینہ منورہ میں بیت المال قائم ہوا۔ ۸

بیت المال کی نگرانی کا کام ایک معزز صحابی حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کے حوالے کر دیا گیا جو حساب وکتاب میں

مہارت تامہ رکھتے تھے۔۹

حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کے ساتھ اور لائق لوگ اُن کے ماتحت مقرر کیے جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؓ اور حضرت معیقبؓ بھی تھے۔ حضرت معیقبؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے انگشتری بردار تھے اور اس وجہ سے ان کی دیانت اور امانت ہر طرح پر قطعی اور مسلم الثبوت تھی۔ مختلف عہدوں کی نوعیت اور ان کے کام کی حدود کا فیصلہ امام کے ذاتی اختیار اور صوابدید پر منحصر تھا، شریعت نے عام نوعیت کے عہدوں پر تقرر یا ان کے لیے ضروری اوصاف کے بارے میں تفصیلی وضاحت نہیں کی۔

حضرت عمرؓ کے سامنے عطیات کے نظام اور بحیثیت مجموعی مالی نظام کو منظم و مرتب کرنے اور محاصل کے وصول کا تھا، جو اس وقت پوری طرح مقامی آبادی کے ہاتھوں میں تھا جب ایک دستوری اور مرکزی ریاست وجود میں تو محاصل کے ایک مخصوص نظام اور اس کے مختلف اجزاء و عناصر کی تشکیل و تنظیم کی ضرورت پیش آئی۔

حضرت عمرؓ نے دارالخلافہ مدینہ کے علاوہ تمام صوبہ جات کے صدر مقامات میں بیت المال قائم کیے اگرچہ وہاں کے اعلیٰ حکام کو اُن کے متعلق ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے، لیکن بیت المال کا محکمہ بالکل الگ ہوتا اور اس کے افسر جداگانہ ہوتے تھے، مثلاً اصفہان میں حضرت خالد بن حرث، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خاص خزانہ (بیت المال) کے افسر تھے۔ حضرت عمرؓ اگرچہ تعمیر کے باب میں نہایت کفایت شعار تھے، لیکن بیت المال کی عمارتیں مستحکم اور شاندار بنوائیں۔ کوفہ میں بیت المال کے لیے اوّل ایک محل تعمیر کیا جس کو ایک مجوسی معمار "روزبہ" نے بنایا تھا اور اس کا مصالحہ خسروات فارس کی عمارت سے آیا تھا جب نقب زنی کے ذریعے اس میں چوری کی واردات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو لکھا:

> "بیت المال کی عمارت مسجد سے ملادی جائے کیونکہ مسجد نمازیوں کی وجہ سے ہمیشہ آباد رہے گی اور ہر وقت لوگوں کا مجمع رہے گا۔"۱۰

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے حکم سے "روزبہ" نے بیت المال کی عمارت کو اس قدر وسیع کیا کہ وہ مسجد سے مل گئی اس طرح چوری وغیرہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ زمانہ مابعد میں زیادہ احتیاط کے لحاظ سے خزانہ پر سپاہیوں کا پہرہ بھی رہنے لگا۔ بلاذری رقمطراز ہے کہ:

> "جب حضرت علیؓ سے اختلاف کر کے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ آئے اور خزانے پر قبضہ کرنا چاہا تو سیابجہ کے چالیس سپاہی خزانہ کے پہرہ پر متعین تھے، انہوں نے حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کے ارادے کی مزاحمت کی۔"۱۱

سیابجہ کی بابت بلاذری نے تصریح کی ہے کہ یہ سندھ سے گرفتار ہو کر آئے تھے اور ایرانی فوج میں داخل تھے، حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایران کی فتح کے بعد یہ قوم مسلمان ہوگئی تھی اور حضرت ابوموسیٰؓ نے اُن کو بصرہ میں آباد کیا تھا۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں صوبہ جات اور اُن کے اضلاع کے بیت المال کا یہ انتظام تھا کہ جس قدر رقم وہاں کے ہر قسم کے مصارف کے لیے ضروری ہوتی تھی رکھ لی جاتی تھی، باقی سال کے ختم ہونے کے بعد مرکزی بیت المال یعنی مدینہ کے بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی اس کے متعلق عُمّال کے نام حضرت عمرؓ کے تاکیدی احکام آتے رہتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے مدینہ منورہ کے علاوہ صوبوں کے صدر مقاموں میں بیت المال قائم کر کے اُن کے منتظم جداگانہ مقرر فرمائے نیز صوبہ جات اور اضلاع کو یہ ہدایت تھی کہ اُن کے ضروری مصارف نکال کر بقیہ جس قدر رہو سال ختم ہونے پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دیا کریں، حضرت عمر فاروقؓ نے عامل مصر حضرت عمروؓ بن العاص کو فرمان جاری کیا:

> ''تجھ کو کل مالیہ وصول ہو جائے اُسے جمع کر لو اُن میں مسلمانوں کے ضروری وظائف اور ضروریات نکال کر باقی جو بچ جائے وہ میرے پاس بھیج دو۔''[۱۲]

باضابطہ بیت المال حضرت عمرؓ کے زمانے میں وجود میں آیا۔ حضرت بلالؓ اور اُن کے رفقاء نے حضرت عمرؓ سے کہا:

> ''عراق اور شام سے آئے مال غنیمت کو تقسیم فرما دیجئے جس طرح دوسرا مال غنیمت تقسیم ہوتا ہے، اس طرح اراضی ان لوگوں میں تقسیم کر دیجئے جنہوں نے اُسے فتح کیا ہے۔''

لیکن حضرت عمرؓ نے اُن کی اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ نے ان اراضی میں ان لوگوں کا حصہ بھی رکھا ہے جو ان فاتحین کے بعد آئیں گے۔''[۱۳]

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ عمومی ملکیت اور انفرادی ملکیت دو بالکل علیحدہ چیزیں ہیں، اموال اور جاگیروں کا مقصد بحیثیت مجموعی قومی مفاد کا تحفظ ہے۔ جب ۲۰ھ میں ''دیوان'' کا ادارہ یا محکمہ بھی اس میں شامل ہوگیا تو اس بیت المال کا ایک نیا مفہوم یعنی سرکاری خزانے کا تصور پیدا ہوا قبل ازیں بیت المال کا لفظ اس ''محفوظ جگہ'' یا ''مقام'' کے لیے بولا جاتا تھا جہاں اموال یا اسباب کو انفرادی مالکوں یا حقداروں کے درمیان تقسیم کرنے سے پہلے عارضی طور پر رکھا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے تاریخ اسلام میں پہلا دیوان قائم کیا، انہوں نے تنخواہوں کے انتظام، جنگ کے سپاہیوں کی فہرست اور بیت المال کی ضرورت سے ایسا کیا جو پہلا دیوان قائم ہوا وہ ''دیوان الجند'' تھا، بعد میں حالات اور وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ کئی دواوین شامل ہوتے چلے گئے۔[۱۴]

دیوان الجند کی فہرست میں مدینہ منورہ کے باشندے، فتوحات میں حصہ لینے والی افواج اور وہ افراد شامل تھے جو صوبوں کی محافظ فوج میں شامل ہونے کے لیے اپنے خاندان سمیت نقل مکانی کر گئے تھے۔ ۱۵

کچھ موالی بھی فہرست میں درج کیے گئے تھے۔ ناموں کے ساتھ تنخواہ اور رواتب بھی مذکور ہوتے تھے۔ علم الانساب کے تین ماہروں کی جماعت قبیلہ وار اندراج کرتی تھی اور تنخواہ گزشتہ اسلامی خدمات اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کے مطابق مقرر کی جاتی تھی۔ قبیلہ وار اندراج کا سلسلہ اموی عہد کے اختتام تک جاری رہا۔ ایسی قسم کے دیوان الجند بصرہ، کوفہ اور فسطاط جیسے صوبائی صدر مقامات میں بھی قائم کیے گئے۔ ۱۶

تمام سرکاری عہدیداروں کو ان کے اختیارات خلیفہ یا امام کی طرف سے تفویض ہوتے تھے۔ خلیفہ ''بیت المال'' کا رئیس بھی ہوتا تھا۔

امام کے یہ اختیارات بحیثیت امام جماعت کے ہوتے کسی ذاتی (ترجیح) یا شخصی اقتدار و اختیار کا نتیجہ نہیں ہوتے اور ان دونوں کے درمیان واضح اور سخت حد فاصل قائم ہے۔

ریاست کے محاصل کی وصول اور تقسیم کا ذمہ دار ''صاحب بیت المال'' ہوتا تھا جو ان تمام عہدیداروں کا سربراہ اور نگران ہوتا تھا۔ اس کے سپرد ریاست کے مداخل کے مختلف صیغوں کی ذمہ داری ہوتی تھی، اس قسم کے تقررات کے لیے مسلمان ہونا آزاد ہونا، عادل ہونا اور اہل ہونا ضروری شرائط تھیں۔

ان عہدوں کے لیے جہاں عہدیداروں کو لگان کی تشخیص یا مصارف کے اختیارات تمیزی حاصل ہوں وہاں اجتہاد کا وصف بھی ناگزیر ہے ماتحت اہل کار جو وصولگی یا حوالگی پر تعینات کیے جائیں وہ ذمی یا غلام بھی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان کا معاملہ اپنے ہم مذہبوں کو ساتھ ہو۔

بیت المال کے کاغذات اور حساب کتاب کے کھاتے ایک خاص انتظامی صیغے کی تحویل میں ہوتے تھے جو ''کاتب الدیوان'' کے زیر نگرانی کام کرتا تھا اس منصب پر کام کرنے والے کے لیے عدالت اور پیشہ ورانہ مہارت دونوں ضروری اوصاف تھے۔

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہد خلافت میں بیت المال کے ضمن میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ سے علیحدہ کوئی طریقہ اختیار کیا، گو ان کے عہد میں بیت المال کی آمدنی بڑھ گئی تھی، انہوں نے حضرت عمرؓ کے نظام بیت المال کو قائم رکھا۔ ۱۷

حضرت علیؓ نے بھی بیت المال کی حفاظت میں حضرت عمرؓ کی طرح اہتمام کیا اُن کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے بصرہ کے بیت المال سے دس ہزار کی رقم لے لی تھی، حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو وہ رقم اُن سے واپس

کروادی، حضرت علیؓ کے دور میں آنحضرت ﷺ کے غلام ابورافع ''بیت المال'' کے نگران تھے، انہوں نے بیت المال سے ایک موتی اپنی لڑکی کو پہنا دیا اس پر حضرت علیؓ ناراض ہوئے اور فرمایا:

''جب فاطمہ کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی تو میرے پاس مینڈھے کی ایک کھال تھی جس پر رات کو سوتا تھا اور دن کو اس پر مویشی کو چارہ دیتا تھا ایک خادم تک میرے پاس نہ تھا'' ۱۸

خلافت راشدہؓ کے عہد میں بیت المال کی آمدنی تسلی بخش تھی صرف سواد اور کوفہ کا خراج حضرت عمرؓ کے آخری عہد میں ایک کروڑ درہم تھا، آمدنی خرچ سے بڑھ گئی تھی، ہر طرف سادگی تھی، تنخواہوں میں اعتدال تھا۔ خلفاء خود اور اُن کے عمال اور امراء بیت المال سے کم فائدہ اٹھاتے تھے۔ ابو عبید ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ:

''اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو کہا کہ میرے لوگ جانتے ہیں کہ میری تجارت میرے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے کافی ہے اور میں لوگوں کے اُمور میں مشغول ہو گیا ہوں تو اب ابوبکرؓ کا خاندان اس مال میں سے کھائے گا اور مسلمانوں کے امور کی نگرانی کرے گا' جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو ان کے اہل و عیال کا خرچ بھی اس مال سے ہوتا تھا۔'' ۱۹

کتاب الاموال میں ابو عبید رقمطراز ہیں کہ:

> ''جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں بیت المال سے کچھ لینے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، لیکن مجھے خطاب کے بیٹے نے نہیں چھوڑا اور مجھے بیت المال سے چھ ہزار (سالانہ) لینے پڑے اور میرا وہ مکان جو فلاں جگہ ہے اس کے عوض میں ہے، جب حضرت ابوبکرؓ وفات پاگئے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا اور اس بات کا اُن سے ذکر کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کے والد کے اوپر اپنی بے پناہ رحمت نازل فرمائے، انہیں یہ بات پسند تھی کہ اپنے بعد کسی کے لیے کوئی بات کرنے کی گنجائش نہ چھوڑیں اور میں اُن کے بعد اب اولی الامر ہوں میں اس چیز کو آپ لوگوں کو واپس لوٹاتا ہوں۔ ۲۰

خلفائے راشدینؓ نے بیت المال کو مسلمانوں کی ملکیت اور امانت سمجھا اور اپنی حیثیت ''امین'' کی سمجھی، وہ یہ بخوبی سمجھتے تھے کہ بیت المال سے کون سی شئے اُن کے لیے حلال ہے اور کون سی حلال نہیں؟ ابو عبید اس ضمن میں رقمطراز ہیں کہ:

> ''محمد بن سیرینؒ سے احنف بن قیسؒ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے گھر کے باہر بیٹھے تھے کہ ایک کنیز نکلی، ہم نے کہا کہ یہ حضرت عمرؓ کی کنیز ہے تو اس عورت نے کہا کہ وہ حضرت عمرؓ کی کنیز نہیں ہے۔ یہ عمرؓ کے لیے

حلال نہیں ہے، یہ اللہ کے مال میں سے ہے (یعنی بیت المال کا حصہ ہے، احنف بن قیسؒ نے کہا کہ ہم آپس میں مذاکرہ کرتے رہے کہ یہ بات جب حضرت عمرؓ تک پہنچی تو انہوں نے ہمیں بلا بھیجا اور فرمایا ''میں تمہیں بتاؤں کہ میرے لیے بیت المال میں سے کیا چیز حلال ہے؟ دو طرح کے لباس گرمی اور سردی کے لیے، حج یا عمرہ کرنے کے لیے سواری، اور میرے اہل عیال کی خوراک جیسا کہ قریش کے کسی بھی شخص کے اہل وعیال کی خوراک ہوتی ہے درمیانہ درجے کی، اس کے بعد میں دوسرے مسلمان کی طرح ہوں جوان کو ملے گا وہی مجھے بھی ملے گا۔''۲۱

بیت المال کے امین ہونے کی حیثیت میں خلفائے راشدینؓ نے امانت فی المال کو ہمیشہ مدِ نظر رکھا اور اپنی ضروریات کے لیے ایک پیسہ تک نہیں لیا۔ اگر چہ بیت المال خلیفہ اور اس کے نمائندوں کے نگرانی میں رہتا تھا لیکن شخصی طور سے خود خلیفہ کو بیت المال کی رقم پر بہت کم اقتدار حاصل تھا۔ خلیفہ بیت المال کو ''امانت فی الاموال'' سمجھتا تھا اور اس کی حیثیت محض ایک ''امین'' کی سی تھی۔

ان المال کان بیده بمنزلة الودیعة لجماعة المسلمین.(۲۲)

مال اس کے ہاتھ میں مسلمانوں کی جماعت کے لیے بمنزلہ امانت کے ہوتا ہے۔

یہی وہ چیز ہے جو سرکاری خزانہ پر شاہی اقتدار اور خلیفہ کے اقتدار کے فرق کو ظاہر کرتی ہے، جیسا کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے پوچھا کہ:

''آیا میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟''

حضرت سلمان فارسیؓ نے جواب دیا:

''اگر آپ مسلمانوں کی سرزمین سے ایک درہم یا اس سے کم وبیش وصول کر کے اُسے بیجا صرف کریں تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ خلیفہ۔''۲۳

اسی طرح سفیان بن ابی العرجاء بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''بخدا میں یہ نہیں جانتا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ اگر میں بادشاہ ہوتا تو یہ امر عظیم ہوتا۔''۲۴

ایک شخص نے کہا کہ:

''اے امیر المؤمنین! ان دونوں میں فرق ہے کہ آپ نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا خلیفہ تو بیجا لیتا ہے اور نہ بیجا صرف کرتا ہے اور الحمدللہ کہ آپ ایسے ہیں اور بادشاہ تو لوگوں پر ستم ڈھاتا ہے اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔۲۵

یہ سُن کر حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے۔ کتاب الاموال میں ابو عبید رقمطراز ہیں۔

''حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف چار ہزار درہم قرض طلب کرنے کے لیے آدمی روانہ کیا۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ آپ مجھ سے قرضہ مانگتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس بیت المال موجود ہے، آپ اس میں سے کیوں نہیں لیتے، پھر واپس کر دیجئے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ میری موت قریب نہ آپہنچے اور تم اور تمہارے ساتھی کہیں گے کہ امیر المؤمنین کو یہ چھوڑ دو اور قیامت کے دن یہ میرے اعمال سے لیے جائیں میں تم سے اس لیے قرض لیتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے مال کے لیے حریص ہو جب میں فوت ہو جاؤں گا تو تم آؤ گے اور میرے چھوڑے ہوئے مال میں سے پورا وصول کر لو گے۔[۲۶]

حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المال کے ضمن میں نہایت احتیاط برتی، یہی صورتحال حضرت علیؓ بن ابی طالب کی تھی۔ انہوں نے بیت المال سے کچھ نہیں لیا، یہاں تک کہ وفات پائی، ایک مرتبہ حضرت علیؓ بیت المال میں داخل ہوئے اور فرمایا:

''شام نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم میں ایک درہم بھی نہیں چھوڑوں گا۔ پھر بنی اسد میں سے دو آدمیوں کو مقرر کر کے فرمایا کہ وہ مال کو تقسیم کریں یہاں تک کہ شام ہوگئی، ان سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین اگر آپ اُن کو اُن کے عوض میں کچھ دیں تو فرمایا کہ اگر چاہیں تو، لیکن یہ حرام ہے۔[۲۷]

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

۱۔ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ ج ۴، ص ۳۷۴، دار المعرفۃ بیروت لبنان۔ ☆ قلعہ جی، محمد رواس، معجم لغۃ الفقہاء ص ۱۱۰، ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۸۴

۲۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر ''اسلام میں بیت المال کا تصور'' علمی وتحقیقی مجلہ ''فقہ اسلامی'' جولائی ۲۰۰۳

۳۔ المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر، الھدایۃ، ج ۴ ص ۱۶۳ کتاب الدیات، باب القسامۃ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، القاہرۃ ۱۳۵۵ھ-۱۹۳۶ء

۴۔ الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد البغدادی، الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ، ص ۲۱۳، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، القاہرۃ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ، الجامع الصحیح ج ۲ ص ۲۹ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، القاہرۃ ۱۳۵۵-۱۹۳۲ء

۶۔ ابن ابی شیبۃ، ابوبکر عبداللہ بن محمد العبسی، المصنف، ج ۳ ص ۲۱۵ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶

۷۔ محمد حمید اللہ ڈاکٹر، اسلام میں بیت المال کا تصور، علمی وتحقیقی مجلہ ''فقہ اسلامی'' کراچی جولائی ۲۰۰۳ء

۸۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات، ج ۳ ص ۲۹۴-۲۹۵-۳۰۰ طبع دار صادر بیروت، لبنان ۱۳۷۷ھ-۱۹۵۷ء

۹۔ الذھبی، محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۸۳ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ السابعۃ ۱۴۱۰ھ-۱۹۲۶ء

ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد الظاہری، جمھرۃ انساب العرب ص ۱۲۹ دار المعارف مصر ۱۳۸۲ھ-۱۹۲۶ء

۱۰۔ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الملوک والامم ج ۳ ص ۱۵۰ مطبعۃ الاستقامۃ، ۱۳۵۷ھ-۱۹۳۹ء

۱۱۔ البلاذری، ابوالحسن احمد بن یحیی البغدادی، فتوح البلدان ص ۳۲۹ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان ۱۳۹۸ھ-۱۹۷۸ء

۱۲۔ المتقی، الشیخ، علاء الدین علی بن حسام الدین الھندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ج ۳، ص ۱۶۳ مطبع دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد، الھند ۱۳۱۲ھ

۱۳۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم القاضی الامام، الخراج ص ۱۳، الطبعۃ الاولی بالمطبعۃ المیریۃ بولاق مصر ۱۳۰۲ھ

۱۴۔ الجھشیاری، ابوعبداللہ محمد بن عبدوس، کتاب الوزراء والکتاب ص ۱ امطبعۃ عبدالحمید احمد حنفی مصر الطبعۃ اولاولی ۱۳۵۷ھ-۱۹۳۸ء

۱۵۔ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الملوک والامم ج ۳ ص ۱۰۸-۱۱۰ مطبعۃ الاستقامۃ، ۱۳۵۷ھ-۱۹۳۹ء

۱۶۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم القاضی، الخراج ص ۱۴، المطبعۃ المیریۃ بولاق مصر ۱۳۰۲ھ-الطبعۃ الأولی

۱۷۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلام میں بیت المال کا تصور، علمی وتحقیقی مجلہ ''فقہ اسلامی'' کراچی جولائی ۲۰۰۳ء

۱۸۔ ایضاً بالا

۱۹۔ ابوعبید، القاسم بن سلام، الأموال، ص ۳۷۸ مکتبۃ الکلیات الأزہریۃ مصر، الطبعۃ الأولی ۱۹۶۸ء-۱۳۸۸ھ

۲۰۔ ایضاً ص ۳۷۹

۲۱۔ ایضاً ص ۳۸۰

۲۲۔ ایضاً ص ۳۸۱

۲۳۔ ابن سعد، ابوعبیداللہ محمد، الطبقات ج ۳ ص ۳۰۶ طبع دار صادر بیروت، لبنان ۱۳۷۷ھ-1957

۲۴۔ السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن، تاریخ الخلفاء ص ۹۹ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۸ھ-۱۹۱۰ء

۲۵۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات ج ۳ ص ۳۰۷ طبع دار صادر بیروت، لبنان ۱۳۷۷ھ-1957

۲۶۔ ابوعبید، القاسم بن سلام، الأموال، ص ۳۸۰ مکتبۃ الکلیات الأزھریۃ مصر، الطبعۃ الأولی ۱۹۶۸ء-۱۳۸۸ھ

۲۷۔ ایضاً ص ۳۸۳-۳۸۴